عِصمتِ انبیاء

حضرت سُلیمان (علیہ السّلام)

(مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی)

سلیمان (علیہ السلام) حضرت داؤد (علیہ السلام) کے بیٹے اور جلیل القدر نبی اور پیغمبر ہیں، اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء ورسل کی طرح قرآن عزیز میں ان کی بھی مدح وثنا فرمائی ہے۔

وَوَھَبنَا لِدَاؤدَ سُلیمان	اور ہم نے داؤد کو سلیمان (جیسا بیٹا) عطا کیا، بہت ہی اچھا
نِعمَ العبدُ اِنّہٗ اَوّاب (ص)	بندہ ہے، بلاشبہ وہ خدا ہی کی جانب رجوع ہونیوالا ہے۔
فَفَھَّمنٰھَا سُلیمانَ وکُلاًّ	اور سمجھ دی ہم نے اُس (معاملہ) کی سلیمان کو اور (دونوں
آتینا حُکمًا وعِلمًا۔ (انبیاء)	میں سے) ہر ایک کو ہم نے علم دیا اور قوتِ فیصلہ عطا فرمائی۔
وَوَرِثَ سُلیمانُ داؤدَ وقال	اور وارث ہوا سلیمان داؤد کا اور کہا اُس نے، اے
یَاَیُّھَا النّاس عُلِّمنَا مَنطِقَ	لوگو! ہم کو (اللہ کی جانب سے) پرندوں کی بول چال
الطیرِ واُوتینا مِن کُلِّ شَیٍٔ	سکھائی گئی ہے، اور ہم کو ہر چیز میں سے بخشش کی گئی
اِنَّ ھٰذا لَھُوَ الفضلُ المبینُ (نمل)	ہے۔ بیشک یہ (اللہ کی طرف سے) بہت بڑا فضل ہے۔
ولقد آتینا داؤدَ وسُلیمٰنَ	اور بلاشبہ ہم نے داؤد اور سلیمان کو ایک علم (نبوت) عطا
عِلمًا وقالا الحمدُ للہِ الّذی	فرمایا، اور دونوں نے کہا "سب تعریفیں اسی خدا کے لیے

فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِہِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (نمل)
زیبا ہیں جس نے اپنے بہت سے مؤمن بندوں پر ہم کو فضیلت عطا فرمائی۔

وَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَ حُسْنَ مَاٰبٍ (صٓ)
بیشک ہمارے پاس اُس (سلیمان) کے لیے نزدیکی ہے اور اچھا انجام۔

لیکن یہود (بنی اسرائیل) کی ذہنیت انبیاء (علیہم السلام) کے بارہ میں اس قدر عجیب و غریب ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب اُس کی ہمنوائی نہیں کرسکتا وہ خدا کے سچے رسولوں اور پیغمبروں کو پیغمبر اور رسول بھی مانتے ہیں اور اُن کی جانب ایسے امور بھی منسوب کرتے جاتے ہیں جن کی نسبت سے کسی شخص کا نبی و رسول ہونا تو درکنار بااخلاق انسان رہنا بھی محال ہے، عنوان بالا سے مُعَنْوَن گذشتہ بُرہان کے مضامین سے اس کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے اور مزید معلومات کے لیے توراۃ کے اوراق کا مطالعہ کافی ہے۔ گویا اُن کے نزدیک جھوٹ، فریب، شرک، غرض علمی و عملی کوئی بداخلاقی نبوت و رسالت کے لیے مضرت رساں نہیں ہے۔

• مگر سلیمان علیہ السلام کے متعلق اسرائیلی روایات دو قدم اور آگے جاتی ہیں اور اُن کے اعتقادیات میں داؤد و سلیمان "کنگ" (بادشاہ) کی حیثیت میں نظر آتے ہیں نہ کہ نبوت و رسالت سے سرفرازی کی حیثیت میں۔ اس لیے توراۃ اور توراۃ سے باہر اسرائیلی روایات میں دل کھول کر سلیمان علیہ السلام کے متعلق ایسے واقعات گھڑے گئے اور اُن کو "روایت" کی حیثیت دی گئی جو کسی طرح بھی عقلِ سلیم اور فہم مستقیم کے لیے قابلِ پذیرائی نہیں ہیں۔

یہود نے اس خرافات کو گھڑ کر مستند روایات کی حیثیت اگر دی تو اس کی ذمہ داری اُن کے سر رہتی مگر غضب یہ ہوا کہ بعض علماء اسلام نے بھی ان خرافی حکایات کو اس طرح کتب تفاسیر میں نقل کردیا کہ گویا وہ نبی معصوم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحیح ارشاداتِ عالیہ (حدیث) کی حیثیت رکھتے ہیں نتیجہ

یہ نکلا کہ ایک طرف دشمنانِ اسلام کو سخت نکتہ چینی کا موقعہ مل گیا اور دوسری جانب خود ناواقف اور علم دین کی صحیح حقیقت سے ناآشنا مسلمانوں کے صاف اور سادہ دلوں میں ریب وشک کی شیطانی راہ کھل گئی۔

تاہم یہ اسلامی علوم کا نمایاں امتیاز ہے کہ جہاں چند سادہ لوح علماء ان روایات کی روایت میں غیر محتاط رہے وہیں ہمیشہ ایسے علماءِ تحقیق کی ایسی جماعت بھی موجود رہی ہے جو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ کر کے اور کھرے اور کھوٹے کے درمیان امتیاز ظاہر کر کے اصل حقیقت کو سامنے لاتی، اور بے نقاب کرتی رہی ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں بھی امام رازی، ابن کثیر، ابن تیمیہ جیسے علماءِ محققین نے بہترین علمی مذہبی خدمات انجام دی ہیں۔ ہماری بھی خواہش ہے کہ آج کی صحبت میں برہان میں اپنے غیر مسلسل شائع ہونے والے مضمون "عصمتِ انبیاء" کے اس گوشہ پر بحث کریں جو حضرت سلیمان (علیہ السلام) سے متعلق ہے۔

آیت قرآنی کی غلط تفسیر

سورۂ "ص" میں حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے جو واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک جگہ ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ۔ (ص)

اور بلاشبہ ہم نے سلیمان کو آزمائش میں ڈال دیا اور اس کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا پھر وہ ہماری طرف رجوع ہوا اور کہنے لگا "اے پروردگار مجھ کو بخش دے۔

اس آیت میں حضرت سلیمانؑ کی آزمائش کا ذکر آگیا ہے، مگر قرآنِ حکیم نے اس کی تفصیل نہیں بتائی کہ وہ آزمائش کیا تھی؟ اور نہ کسی صحیح روایت میں اس آزمائش کی تصریح ہے جو اس آیت کی تفسیر کی جا سکے، اس لیے بہتر اور انسب طریقہ یہ تھا کہ اس معاملہ کو علمِ الٰہی کے سپرد کر دیا جاتا، اور نبی معصوم کی عصمت پر یقین رکھتے ہوئے یہ سمجھ لیا جاتا کہ بمصداق "حسنات الابرار سیئات المقربین" سلیمان (علیہ السلام)

سے کوئی ایسا معاملہ وجود میں آیا ہوگا جو اپنی جگہ خواہ قابلِ مواخذہ نہ ہو اور نہ وہ گناہ اور معصیت میں شمار ہو سکتا ہو تاہم ایک اولوالعزم پیغمبر کی شانِ عالی کے نامناسب اور اُن کے جلیل القدر رتبہ سے نازل ہو۔ اور اس لیے اللہ تعالیٰ نے بمصداق "نزدیکاں را بیش بود حیرانی" اُس کو اُن کے حق میں قابل مواخذہ قرار دیا اور سلیمان (علیہ السلام) اُس پر فوراً متنبہ ہوئے اور خدائے تعالیٰ سے مغفرت کی دعاء کی اور رب العٰلمین کی درگاہ میں قبول ہو کر اُن کے اعزاز کو اور زیادہ بلند کر دیا گیا" مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا بلکہ رجماً بالغیب اٹکل کے تیر اس طرح چلائے گئے کہ قرآنِ عزیز کی اس صاف اور سادہ آیت کے ساتھ اسرائیلی اور یہودی خرافات کو جوڑ دیا گیا، اور ان بیہودہ اور لغو حکایات کو تفسیری روایات کی حیثیت دیدی گئی۔ چونکہ عوام بلکہ متوسط تعلیم یافتہ طبقہ کی دسترس عموماً ایسے تراجم، فوائد، اور تفاسیر تک ہے جن میں یہ جھوٹی روایتیں حدیثی روایات کی طرح نقل کی گئی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ پہلے مختصر طور پر اُن حکایات کو نقل کر دیا جائے اور پھر اس سلسلہ میں محققین کی جو رائے ہے وہ پیش کر دی جائے اور آخر میں قرآن حکیم کا سیاق و سباق جس جانب اشارہ کر رہا ہے اُس کو بیان کر کے یہ واضح کیا جائے کہ قرآن عزیز کا ایک جملہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے حضرت سلیمانؑ کی عصمت پر کوئی حرف آتا ہو یا ریب و شک کی کوئی ادنیٰ سی بھی گنجائش نکلتی ہو۔

جھوٹی روایات قرآنِ حکیم کی مسطورہ بالا آیت کی تفسیر میں مختلف متعدد حکایات نقل کی گئی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ صیدون ایک جزیرہ تھا، اُس پر حضرت سلیمانؑ نے چڑھائی کی چونکہ دریا کا ٹاپو تھا اور بحری سامان سفر موجود نہ تھا اس لیے اُن کو اور اُن کے پورے لشکر کو ہوا اُٹھائے ہوئے تھی، غرض سلیمان (علیہ السلام) اُس جزیرہ میں داخل ہوئے اور اُس کے بادشاہ کو قتل کر کے اُس پر قبضہ کر لیا، اس بادشاہ کی ایک نہایت حسین و جمیل لڑکی تھی جس کا نام جرادہ تھا حضرتِ سلیمانؑ نے اس کو اپنے لیے پسند فرمایا، حضرت سلیمانؑ اُس کو بہت محبوب رکھتے تھے، اور وہ مسلمان بھی ہو گئی تھی، مگر اپنے باپ کی یاد میں ہر وقت نڈھال رہتی اور اکثر رویا کرتی، حضرت سلیمانؑ نے یہ دیکھ کر اُس کے باپ کا ایک مجسمہ بنوا دیا، جرادہ نے اُس کو شاہی

لباس پہنایا اور صبح وشام اُس کے سامنے جُھکتی اور سجدہ کرتی، حضرت سلیمان کو اس کا حال معلوم نہ ہوا، ایک روز اُن کے وزیر باتدبیر آصف نے اس معاملہ سے مطلع کیا، تب حضرت سلیمان نے اُس مجسمہ کو توڑ ڈالا اور جرادہ پر سخت عتاب فرمایا۔ اور پھر خلوت میں جاکر اور فرش کی جگہ راکھ بچھا کر خدا کی راہ میں سجدہ ریز ہوئے اور اس خطا کی معافی چاہی۔

علاوہ اس بات کے کہ یہ قصہ بے سند سرتاپا خرافات کا مجموعہ ہے، تاریخی حیثیت سے بھی اس لیے غلط ہے کہ اس حکایت میں جس مقام کو صیدون بتایا گیا ہے وہ دراصل صیدا ہے۔ صیدون نہیں ہے اور نہ یہ جزیرہ اور ٹاپو ہے جس کے لیے ہوائی جنگ کا یہ قصہ گھڑا گیا ہے۔ بلکہ بیروت اور عکا کے درمیان ایک بستی ہے۔[1]

۲۔ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے حرم میں مصری اور ادومی وغیرہ مشرک قبائل کی عورتیں تھیں جو اسلام نہیں لائیں اور اپنے معبودوں کے لیے سلیمان (علیہ السلام) کے حرم سرا میں ہی مناد ربنا کر اُن کی پرستش کیا کرتی تھیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا سخت عتاب ہوا کہ پیغمبر کے گھر میں اور شرک وبت پرستی ہو؟ حضرت سلیمان نے اس کے بعد اُن کو برباد کر دیا اور خدا کے سامنے تائب ہوئے۔

یہ خرافات خود اپنی جگہ اپنی بیہودگی پر شاہد ہے اس لیے کہ بت پرستی یا بت پرستی پر رضامندی دونوں کفر اور شرک ہیں۔ لہٰذا نبی تو کجا ایک مومن بھی اس کو کسی طرح برداشت نہیں کرسکتا۔

دراصل اس روایت کی بنیاد توراۃ "سلاطین" کے باب ۱۱ کی آیات ہیں، ان میں مذکور ہے:۔

پر سلیمان بادشاہ بہت سی اجنبی عورتوں کو فرعون کی بیٹی کے سوا چاہتا تھا، موآبی، عموی، اور ادومی اور صیدانی اور حتی عورتوں کو ان قوموں کی جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل کو حکم کیا کہ تم اُن کے پاس اندر نہ جاؤ اور وہ تم پاس اندر نہ آئیں کہ وہ یقیناً تمہارے دلوں کو اپنے معبودوں کی طرف مائل کرلیں گی، سو سلیمان اُن ہی کا عاشق ہوکے لپٹا، اور اُس کے پاس

[1] تقصص الانبیاء للنجار۔ ص ۳۸۲۔

ساتسو شہزادیاں تھیں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں اور اُس کی بیویوں نے اُس کے دل کو پھیر دیا۔[1]

توراۃ کے اس بیان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اُس کی نگاہ میں حضرت سلیمانؑ کی کیا وقعت ہے اور وہ اُن کو ایک مشرک اور کافر سے زیادہ حیثیت نہیں دیتی (اعاذنا اللہ من ذلک) ایسی قابل نفرت روایت کو مفسرین نے بھی نقل کر دیا۔ اور اُس کی شناعت و قباحت پر خدا جانے کیوں توجہ نہیں کی گئی۔

۳۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان کی بادشاہت اُن کی انگشتری کے بل پر قائم تھی، اُس میں اسم اعظم کندہ تھا اس لیے تمام جن وانس، وحوش وطیور اُن کے مسخر تھے۔ حضرت سلیمانؑ کا یہ دستور تھا کہ جب "بیت الخلاء" تشریف لیجاتے تو انگشتری کو اپنی ایک حرم امینہ کی حفاظت میں دیجاتے۔ ایک جن جس کا نام صخر تھا یہ دیکھ رہا تھا، جب سلیمان علیہ السلام حمام میں داخل ہو گئے تو اُس نے حضرت سلیمانؑ کی شکل اختیار کر لی اور امینہ سے انگشتری مانگی اُس نے سلیمان سمجھ کر دیدی وہ جا کر تخت سلیمانی پر بیٹھ گیا اور حکومت کرنے لگا۔ اب حضرت سلیمان حمام سے نکلے تو امینہ سے انگشتری مانگی، اُس نے تعجب سے کہا کہ میں تو سلیمان کو دے چکی تو کون ہے جو اُن کی شکل میں نمودار ہوا، حضرت سلیمان سمجھ گئے کہ چونکہ میرے گھر میں چالیس روز بت پرستی ہو چکی ہے اس لیے خدا کی جانب سے یہ سخت قسم کی گرفت اور آزمائش ہے۔ وہ فوراً خاموشی کے ساتھ جنگل کو نکل گئے اور خلوت میں استغفار کرتے اور زار و قطار روتے تھے، چالیس روز کے بعد آصف کو مصنوعی سلیمان کی بعض حرکات پر شک ہوا، صخر سمجھ گیا کہ اب راز افشا ہوا چاہتا ہے، فوراً وہاں سے بھاگا اور انگشتری دریا میں پھینک گیا، اُس کو فوراً ایک مچھلی نے نگل لیا۔ اتفاق سے وہ مچھلی حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے ہاتھ لگی۔ پکانے کے لیے پیٹ چیرا تو انگشتری موجود تھی، فوراً خدا کی درگاہ میں سجدہ ریز ہوئے اور شکر ادا کرنے کے بعد تخت حکومت پر واپس آئے۔

[1] سلاطین باب ۱۱۔ آیت ۱۔۴۔

یہ ساری حکایت جن خرافی جملوں سے مربوط ہے اُن ہی سے اس کے لغو اور لایعنی ہونے کی شہادت حاصل کی جا سکتی ہے، اول یہ کہ اگر بیان کردہ حکایت کی طرح شیاطین، انبیاء علیہم السلام کی شکل وصورت میں متشکل ہو سکتے ہیں تو رشد وہدایت اور تبلیغ وپیغام حق کا سارا کارخانہ ہی درہم وبرہم ہو کر رہ جاتا ہے، اور نبی وپیغمبر کی ہستی پر اعتماد قائم رہنے کی کوئی وجہ باقی ہی نہیں رہتی، اس کا فیصلہ کون کریگا کہ یہ ہستی نبی ورسول کی ہستی ہے یا نبی کی صورت میں شیطان ہے (یا للعجب) کیسی حیرانی ہوتی ہے کہ ان روایات کو روایت کہنے اور نقل کرنے میں کیا ہم یہ قطعاً فراموش کر دیتے ہیں کہ اس خرافی پلندہ کی بدولت ہم "دین قویم" کی اساس وبنیاد پر کس طرح ضرب کاری لگا رہے ہیں؟

دوم، اس لیے کہ اس روایت میں جن وانس اور وحوش وطیور کی تسخیر اور اُس تسخیر پر قیام حکومت کا جو ذکر ہے وہ اس لیے غلط ہے کہ حضرت سلیمانؑ کو اس قسم کی حکومت اُس وقت عطا ہوئی جبکہ اُن کے امتحان وآزمائش، اور انابت واستغفار کا واقعہ گذر چکا حضرت سلیمانؑ نے اسی طلب مغفرت کے بعد درگاہ الٰہی میں دعا، کی تھی کہ اُن کو ایسی حکومت عطا ہو جو کائنات میں کبھی کسی کو حاصل نہ ہو سکے۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ	پھر وہ (سلیمان) رجوع بخدا ہوا اور (دعا کی) اے رب
مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ	مجھے بخش دے، اور مجھے ایسی بادشاہت عطا کر جو میرے
اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ . فَسَخَّرْنَا	بعد اور کسی کو سزاوار نہ ہو، بیشک تو بہت عطا کرنیوالا
لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً	ہے، پھر ہم نے اُس کے لیے ہوا کو تابع کر دیا جو اُس کے
حَيْثُ اَصَابَ ۙ وَالشَّيٰطِيْنَ	حکم سے جہاں وہ چاہتا تھا نرمی سے چلا کرتی تھی اور شیاطین
كُلَّ بَنَّاۗءٍ وَّغَوَّاصٍ ۙ وَّاٰخَرِيْنَ	کو بھی تابع کیا جو ہر طرح کی عمارت بنانے والے اور ہر دریا
مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ . هٰذَا	میں غوطہ لگانے والے تھے اور وہ دوسرے بھی تابع کر دیے
عَطَاۗؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ	جو بیڑیوں میں جکڑے رہتے تھے (اور ہم نے کہا) یہ ہے ہماری

حساب ۔ وَاِنَّ لَہٗ عِندَنَا لَزُلْفٰی بے حساب بخشش خواہ تو کسی کو دے یا نہ دے۔ اور البتہ

وَحُسْنَ مَاٰبٍ (ص) سلیمان کے لیے ہمارے پاس مرتبہ اور عمدہ مقام ہے۔

پس یہ سارا قصہ ہی من گھڑت اور ہزلیات کا مجموعہ ہے اور بس۔

۴۔ اس حکایت نمبر ۳ کو دو اور مختلف طریقوں سے بھی روایت کیا گیا ہے۔

ا۔ جب جرادہ نے سلیمان کے گھر میں بت پرستی شروع کی اُس وقت خود بخود اُن کی اُنگلی سے انگشتری نکل کر غائب ہوگئی، یہ دیکھ کر وہ گھبرا گئے اور وزیر آصف سے ذکر کیا، اُس نے کہا کہ تم کسی گناہ میں مبتلا ہوگئے ہو، لہذا خدا کے سامنے معافی کے لیے جھکو، اس کے آگے پھر گذشتہ قصہ مذکور ہے۔

ب۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ نے ایک شیطان سے دریافت کیا تم کس طرح لوگوں کو مصیبت و آزمائش میں ڈال دیتے ہو، اُس نے کہا ذرا اپنی انگشتری مجھے دیجیے تو بتاؤں، سلیمان علیہ السلام نے انگشتری اُس کے حوالہ کردی، اُس نے انگشتری کو دریا میں پھینک دیا اور اس طرح اُن کے ہاتھ سے حکومت جاتی رہی، اور وہ شیطان ان کی کرسی پر بیٹھ کر حکمرانی کرنے لگا، اور اس کے بعد گذشتہ قصہ کا جوڑ لگایا گیا ہے۔

یہ ہر دو روایات بھی تیسری روایت ہی کا جز ہیں اس لیے اُس کے ساتھ ہی ان کا پول بھی کھل چکا ہے۔ علاوہ ازیں روایات و حکایات کی یہ مختلف اور جُدا جُدا داستانیں خود ان روایات کے کذبِ صریح ہونے کا یقین دلا رہی ہیں۔ نیز "القینا علیٰ کرسیہ جسدًا" میں "جسد" سے شیطان، اور القا جسد سے شیطان کا بیٹھنا مراد لینا عربی محاورہ کے لحاظ سے قطعاً غلط اور بے جوڑ ہے۔

پس ان بے سند روایات، متضاد بیانات اور پُر از کذب و افترا داستان سرائی کا ایسے اولوالعزم پیغمبر کی ذاتِ اقدس سے دور کا بھی تعلق نہیں ہو سکتا۔ سُبْحٰنَکَ ھٰذَا بُہْتَانٌ عَظِیْمٌ۔

اسی لیے حافظ عماد الدین بن کثیر اس قسم کی تمام روایات کے متعلق اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں

ذکر ابن جریر وابن ابی حاتم وغیرهما من المفسرین ههنا آثاراً کثیرة عن جماعة من السلف واکثرها اوکلها متلقاة من الاسرائیلیات وفی کثیر منها نکارة شدیدة وقد نبهنا علی ذلك فی کتابنا التفسیر واقتصرنا ههنا علی مجرد التلاوة الخ[1]

اس مقام پر ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ان دونوں کے علاوہ مفسرین نے جماعت سلف سے بہت سے آثار نقل کیے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر یا سب کے سب اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں اور ان میں سے بہت سی روایات میں تو سخت قسم کی بے معنی باتیں موجود ہیں اور ہم نے اپنی تفسیر میں ان دور از کار باتوں کی جانب متنبہ کر دیا ہے۔ یہاں تو ہم نے صرف ان آثار کو نقل کر دینے ہی پر اکتفا کیا ہے۔

پھر ان نقول کے متعلق انہوں نے تفسیر میں متنبہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وقد رویت هذه القصة مطولة عن جماعة من السلف رضی الله عنهم ...... وکلهم متلقاة من قصص اهل الکتب.

اور یہ قصہ جماعتِ سلف رضی اللہ عنہم کی نسبت سے طول طویل داستان کی صورت میں بیان کیا گیا ہے اور یہ تمام قصے اہل کتاب "یہود و نصاریٰ" سے لیے گئے ہیں۔

اسی کے مرادف امام رازیؒ اور ابو حیان اندلسیؒ وغیرہ نے بھی تحریر فرمایا ہے

...کی تفسیر میں ...توجیہات

ان تمام خرافات سے قطع نظر، علماءِ اسلام نے قرآن حکیم کی اس آیت کی مختلف دلچسپ توجیہات بیان فرمائی ہیں جو اصولی طور پر عقل و نقل کی نظر میں توجیہات کہلانے کی بلاشبہ مستحق ہیں ...یہ پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی یقینی تفسیر نہیں ہے بلکہ سب محتملات کی حیثیت

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۲ ص ۲۹۔

رکھتی ہیں، ہوسکتا ہے کہ ایک صحیح ہو اور ہوسکتا ہے کہ وہ نہیں بلکہ دوسری توجیہ درست ہو۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی آیت کا صحیح مصداق نہ ہو بلکہ اُن سب کے علاوہ حقیقت الگ کوئی شے ہو جو علم الٰہی کے سوا دوسروں کے لیے پردۂ غیب ہی میں مستور رہو۔ بہر حال یہ سب مختلف قرائن کے اعتبار سے اگرچہ قابل قبول ہیں لیکن اُن کا درجہ ایسی توجیہات کا ہے جن میں دوسرے احتمالات کی بھی گنجائش موجود ہے۔

اس کی وجہ بالکل صاف ہے وہ یہ کہ جب جلیل القدر مفسرین نے یہ تصریح کر دی کہ اس آیت میں سلیمان (علیہ السلام) کے جس امتحان و ابتلاء کا ذکر ہے اُس کی تفصیل نہ قرآنِ حکیم سے ثابت ہے اور نہ صحیح حدیثی روایات سے تو ایسی صورت میں علماءِ سلف و خلف سے جو توجیہات اور آزمائش سلیمان کی جو تفصیلات خرخشوں سے پاک وصاف ثابت ہیں اُن کا درجہ یقین تک نہیں پہنچ سکتا، اور اذعان و یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس آیت میں بیان کردہ "فتنہ" کی ضرور یہی تفسیر ہے۔

غرض کبار علماء تفسیر نے زیرِ بحث آیت کی جو توجیہات بیان فرمائی ہیں، وہ یہ ہیں۔

(۱) امام رازی (رحمہ اللہ) نے جہاں مختلف احتمالات کا ذکر کیا ہے اُن میں سے ایک احتمال، یا توجیہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) بہت شدید مرض میں مبتلا ہو گئے تھے تا آنکہ حالت اس درجہ نازک ہو گئی کہ وہ اپنی کرسیِ حکومت پر آ کر بیٹھتے تو یہ معلوم ہوتا کہ گویا ایک جسدِ بے رُوح یا ایک مضغۂ گوشت ہے جو کرسی پر رکھا ہوا ہے۔ پھر اُنھوں نے صحت کی طرف رجوع کیا اور آہستہ آہستہ تندرست ہو گئے۔

اس توجیہ کے مؤیدین کہتے ہیں کہ اہل عرب کے یہاں اس قسم کے محاورات اجنبی نہیں ہیں، چنانچہ جب بھی کوئی شخص بیماری یا کسی اور سبب سے زیادہ نحیف اور لاغر ہو جاتا ہے تو اُس کے لیے عرب والے عموماً کہا کرتے ہیں "انہ لحمٌ علیٰ وضمٍ وجسمٌ بلا روحٍ" (وہ کھوڑی[۱] کا گوشت ہے اور جسدِ بے رُوح ہے)۔ اسی طرح "اناب"

---

[۱] وہ لکڑی جس پر گوشت کوٹتے ہیں۔

...چہ کثرتِ استعمال کے لحاظ سے بُرائی سے ہٹ کر خدا کی جانب رجوع ہونے کو کہتے ہیں تاہم اصل لغت ...ے پیشِ نظر اس کے معنی مطلق "رجوع" کے آتے ہیں۔ امامِ لغت راغب اصفہانی لکھتے ہیں: "النوب ...جوع الشیٔ مرۃ بعد اخریٰ" یعنی نوب کسی شے کے بار بار لوٹنے اور رجوع ہونے کو کہتے ہیں۔

پس اس جگہ بھی اگر اُس کے معنی "صحت کی جانب رجوع" کے لیے جائیں تو یہ نہ محاورہ کے ...ف ہے اور نہ بعید از استعمال۔ رہا مغفرت طلبی کا معاملہ تو یہ اُس دعا کا ذکر ہے جو صحت کے لیے کی گئی ...ہ قبول ہوئی۔ یا یوں کہیے کہ چونکہ اس مرض کے اسباب حضرت سلیمانؑ کی غفلت سے پیدا ہوئے تھے اُنھوں ...اپنی صحت کی حفاظت نہیں کی جس کا نتیجہ ایسے مرض کی صورت میں ظاہر ہوا کہ اُس کی بدولت انصاف ...عدالت کے فیصلوں سے بھی وہ معذور رہے اور عوام و خواص کو پریشانی اُٹھانی پڑی اور یہ اگرچہ معصیت ...عاملہ نہ تھا مگر ایک جلیل القدر پیغمبر اور مقرب بارگاہِ الٰہی کے لیے بہت زیادہ قابلِ توجہ تھا اس لیے ...رت سلیمانؑ نے اپنی کوتاہی کی اس حقیقت کو پہچان کر خدا کی جانب رجوع کیا اور مغفرت چاہی جس نے ...یہ قبولیت حاصل کیا، اس صورت میں "اناب" کے معنی میں مسطورۂ بالا توجیہ کی بھی ضرورت باقی نہیں ...ی۔

میرے نزدیک یہ توجیہ اپنی لطافتِ تعبیر کے باوجود سیاق و سباق کے ساتھ کوئی ربط نہیں رکھتی ...بلا دلیل توجیہ ہے جس کے لیے نہ قرینہ موجود ہے اور نہ تکلف کے بغیر مدلول سمجھ میں آتا ہے۔

(۲) امام رازی (رحمہ اللہ) کی ایک دوسری توجیہ یا دوسرا احتمال یہ ہے کہ غالباً اللہ تعالیٰ نے حضرت ...مان (علیہ السلام) کو اُن کی حکومت کے کسی معاملہ میں کسی قسم کے خوف یا کسی آنے والی مصیبت کی توقع ...دوچار کر دیا تھا اور یہ اُن کے صبر، انابۃ الی اللہ، اور خدا پر بھروسہ کا امتحان و ابتلاء تھا۔ چنانچہ حضرت ...نؑ اس میں کامیاب ثابت ہوئے۔ یعنی انھوں نے خدائے تعالیٰ کی جانب رجوع فرمایا، اور حکومت ...کوتاہیوں کی وجہ سے جو اس خوف و مصیبت کا باعث بنیں اُس سے مغفرت کی دُعا مانگی کہ وہ آئندہ ایسی

آزمائش میں نہ ڈالے جائیں اور ساتھ ہی ایسی بے نظیر حکومت کا سوال بھی کیا جو آئندہ کے لیے اس قسم کے خوف اور خطرات ہی سے محفوظ ہو، اور خدائے تعالیٰ نے اُن کی دعا کو قبول فرمایا اور وہ سب کچھ دیا جو اُنہوں نے مانگا۔

اس توجیہ کے مطابق "القینا علی کرسیہ جسدًا" کے معنی یہ ہونگے کہ سلیمان (علیہ السلام) انتہائی پریشانی، خوف، اور خطرہ کی وجہ سے کرسیِ سلطنت پر ایسے تھے گویا "جسم بے روح"۔

اگرچہ یہ توجیہ پہلی توجیہ کے مقابلہ میں زیادہ جاذبِ نظر ہے اور "ربِّ ھب لی مُلکًا لا ینبغی لاحدٍ" کا سیاق بھی فی الجملہ اس کی صداقت کے لیے قرینہ ہو سکتا ہے، تاہم آیت کا سیاق پوری طرح اس کی تائید نہیں کرتا اور اس توجیہ کے مطابق اُس کے معنی و مراد میں حقیقت کی جگہ مجاز کی بو آتی ہے۔

(۳) تیسری توجیہ کا ذکر مولانا عبدالحق حقانی صاحب تفسیر حقانی نے کیا ہے اور اُس کو نہایت شرح وبسط اور تاریخی تفصیلات کے ساتھ علامہ عبدالوہاب نجار نے قصص الانبیاء میں اس دعوے کے ساتھ بیان کیا ہے کہ کسی عالم نے آج تک اس کا ذکر نہیں کیا اور یہ صرف میری ہی کاوشِ علمی کا نتیجہ ہے، تفسیر حقانی چونکہ اُردو زبان میں لکھی گئی ہے اس لیے شاید علّامہ موصوف کو اس کا علم نہیں ہو سکا کہ یہ توجیہ اور یہ احتمال اُن کا طبع زاد نہیں ہے بلکہ اُن سے پہلے بھی علماءِ تفسیر اس کا ذکر کر چکے ہیں۔

اس توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ کی زندگی میں ہی حضرت سلیمانؑ اُن کے جانشین بن گئے تھے اور ملکاتِ نبوت نے اُن ہی کو اس جانشینی کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔ قرآنِ عزیز میں بھی بکریوں والے قصہ میں اسی کی جانب اشارہ نکلتا ہے۔

وداؤدَ وسلیمٰنَ اِذ یحکمٰنِ	اور (یاد کرو) داؤد اور سلیمان (کا واقعہ) جبکہ وہ دونوں فیصلہ
فی الحرثِ اذ نفشت فیہ غنمُ	کر رہے تھے ایک کھیتی کے بارہ میں جبکہ چرگئیں اور پھیل گئیں
القوم وکنّا لِحکمھم شٰھدینَ	اُس میں ایک قوم کی بکریاں (ریوڑ) اور ہم اُن کے فیصلہ

ففھمنٰھا سلیمان. (الآیۃ) پر اطلاع رکھتے تھے، پس ہم نے سمجھا دیا اُس (صحیح فیصلہ)
(انبیاء) کو سلیمان کو۔

وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ (نمل) اور وارث ہوا داؤد کا سلیمان۔

یہ بات داؤد (علیہ السلام) کے بیٹے "ابشالوم" کو بیحد ناگوار گذری اور اُس نے بنی اسرائیل کے مفسدوں
بھڑکا کر حضرت داؤدؑ کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا، اس وقت غلبہ ابشالوم کی فوج کو ہو رہا تھا اور حضرت داؤدؑ
ر حضرت سلیمانؑ بیحد پریشان تھے۔ ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت داؤدؑ کی جس کرسی عدالت پر حضرت سلیمانؑ
ٹھا کرتے تھے، ابشالوم اُس پر قابض ہوگیا، اور چونکہ اُس کی زندگی اپنے باپ اور خدا کے برگزیدہ نبی
ؤد کے خلاف اور باغیانہ تھی لہٰذا قرآن عزیز نے اُس کو "جسد" یعنی جسم بے روح کے ساتھ تعبیر فرمایا۔
س کے بعد حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ نے مل کر اُس کو شکست دی اور وہ قتل ہوگیا، اور کرسی سلیمان
س طرح دوبارہ واپس آگئی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے خدائے تعالیٰ کے ایک برگزیدہ انسان کی طرح
س کو اپنی کوتاہیوں اور خامیوں کا نتیجہ سمجھا، اس لیے درگاہِ الٰہی میں مغفرت کے طالب ہوئے اور خود کو قصوروار
ظاہر کرتے ہوئے اُس کی جانب رجوع کیا، اور پھر دعا مانگی کہ اُن کو ایسی مملکت عطا ہو کہ جو آئندہ کسی کو
نصیب نہ ہو اور بالآخر حضرت داؤدؑ کے انتقال کے بعد ایسا ہی ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے جن و انس اور وحوش
طیور اور ہوا تک کو اُن کے لیے مسخر کر دیا۔

مگر یہ توجیہ بھی آیتِ قرآنی کی صحیح تفسیر نہیں بن سکتی بلکہ پہلی دو توجیہات کے مقابلہ میں زیادہ
ر دور اور آیت کے معنی کی تفصیل کے لیے اس لیے غیر موزوں ہے کہ قرآن عزیز کا نسق صاف بتا رہا ہے
یہ معاملہ ایسے زمانہ کا ہے جس کا تعلق صرف حضرت سلیمان علیہ السلام سے ہے اور اسی بنا پر اُس کو بعض
دوسرے معاملات کی طرح قرآن نے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کا مشترک واقعہ نہیں بنایا بلکہ حضرت
داؤدؑ کے بعد پیش آنے والے واقعات میں شمار کیا ہے۔ نیز ابشالوم (ابی سلوم) کی جنگ کی یہ تفصیل و تعبیر

توراۃ سے لی گئی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب تک کوئی خاص قرینہ موجود نہ ہو اس واقعہ کو زیر بحث آیت کی تفسیر نہیں قرار دیا جا سکتا، خصوصاً جبکہ توراۃ کی اس تفصیل کے خلاف ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں اس واقعہ کو جس طرح بیان کیا ہے اُس میں صاف تصریح ہے کہ ابی سلوم یا ابشالوم کو ایک لمحہ کے لیے بھی فتح کا مُنہ دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ اور نہ وہ داؤد (علیہ السلام) کی کرسیِ عدالت پر بیٹھ سکا، بلکہ حضرت داؤد کے لشکر سے پسپا ہو کر فرار ہو گیا، اور حضرت داؤد نے اپنے ایک سپہ سالار کو اس کے تعاقب میں بھیجا اور سختی کے ساتھ اُس کو تنبیہ کر دی کہ ابی سلوم کو کسی قسم کی گزند نہ پہنچے، محبت اور نرمی کے ساتھ اُس کو اطاعت پر آمادہ کرنا اور ساتھ لے آنا مگر سالار نے اس نصیحت پر عمل نہیں کیا اور اُس کو ایک درخت کے قریب گھیر کر قتل کر ڈالا حضرت داؤد کو جب یہ معلوم ہوا تو اُن کو سخت صدمہ ہوا اور اُنہوں نے بہت زیادہ رنج و قلق محسوس کیا اور اُس سالار سے سخت برہم ہو گئے[۲]۔

اور بالفرض اگر یہ مان بھی کیا جائے کہ توراۃ کا بیان اس باب میں اصل ہے اور ابن اثیر نے اُسی کا خلاصہ نقل کیا ہے یعنی ان دونوں کے درمیان اختلاف نہیں ہے بلکہ تفصیل و اجمال کا فرق ہے، تب بھی یہ توجیہ رکیک تکلفات، مجازات، اور آیت سے غیر مربوط واقعات پر مبنی ہونے کی وجہ سے غیر پسندیدہ ہے۔

(۴) مشہور مفسر ابو السعودؒ اور آلوسی، صاحبِ روح المعانی کا مختار اور پسندیدہ مسلک آیت زیر بحث کی تفسیر میں یہ ہے کہ دراصل یہ واقعہ اُس تفصیلی واقعہ کا اجمال ہے جو صحیحین (بخاری و مسلم) کی روایت میں نقل کیا گیا ہے۔

> نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے کہا کہ میں آج کی رات اپنے تمام حرم سے مواصلت کروں گا، اور اس کا نتیجہ یہ نکلیگا کہ ہر عورت سے لڑکا پیدا ہو گا جو

[۱] سموئیل باب ۱۷۔ [۲] کامل ابن اثیر جلد ۱

مجاہد فی سبیل اللہ ثابت ہوگا۔ مگر سلیمان نے اس گفتگو میں ایک مرتبہ بھی "ان شاء اللہ" نہ کہا، نتیجہ یہ نکلا کہ وقت آنے پر کسی کے بھی اولاد نہ ہوئی، البتہ ایک حرم کے ناقص بچہ پیدا ہوا قسم بخدا اگر وہ "ان شاء اللہ" کہہ لیتے تو پھر بلاشبہ اُن کا قول سچا ثابت ہوتا اور اُن کے سب حرم سے لڑکے پیدا ہوتے اور وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہی بنتے۔[1]

اس روایت کے مختلف طریقوں میں سے کسی میں سلیمان علیہ السلام کے حرم کی تعداد ساٹھ ہے کسی میں ستر کسی میں نوے، اور کسی میں سو ہے۔ مشہور محدث حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ آزاد بیویوں اور باندیوں کی شمار میں تفاوت بیان ہے۔

بہرحال ان مفسرین کا خیال یہ ہے کہ اگرچہ اس حدیث میں یہ صراحت نہیں ہے کہ یہ واقعہ زیر بحث آیت کی تفسیر یا اُس کا مصداق ہے بلکہ جُدا ایک روایت ہے تاہم دوسری قیاسی توجیہات کے مقابلہ میں بآسانی کہا جاسکتا ہے کہ اس کو آیت کی تفسیر یا اُس کے اجمال کی تفصیل تسلیم کرنا زیادہ مناسب اور صواب سے قریب تر ہے، اور اس حدیث کو آیت کی تفسیر مان لینے میں نہ سباق وسباق کے خلاف لازم آتا ہے اور نہ تکلفاتِ بارِدہ اور مجاز کے استعمال کی ضرورت باقی رہتی ہے یعنی آیت کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت سلیمانؑ نے ان شاء اللہ کہے بغیر جو دعویٰ کیا تھا وہ اُن کی جلالت قدر اور پیغمبر ہونے کی شان کے قطعاً خلاف تھا۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کی مشیت کے سپرد کیے بغیر غیب کے معاملہ کے متعلق دعویٰ کرنا اُن جیسی مقرب ہستی کے لیے قطعی ناموزوں تھا، اس لیے وقت آنے پر جب صرف ایک بیوی کے ہی ناقص بچہ پیدا ہوا تو جس وقت حضرت سلیمانؑ کرسیِ عدالت پر رونق افروز تھے دایہ نے اس مضغۂ گوشت کو جو "جسد بے روح" اور "دھڑ"[2] تھا لاکر پیش کیا، حضرت سلیمانؑ اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے اور اُنھوں نے درگاہ الٰہی سے مغفرت چاہی۔ باایں ہمہ یہ معاملہ نہ معصیت کا تھا اور نہ گناہ اور پاپ کا بلکہ ایک جلیل القدر

[1] بخاری ومسلم [2] شاہ صاحب دہلویؒ نے اس جگہ "جسداً" کا ترجمہ دھڑ کیا ہے۔ یہ ترجمہ اس توجیہ کے مطابق بہترین ترجمہ ہے

ہستی کی عظمت کے لیے نامناسب اور غیر موزوں تھا مگر اُس مقدس ہستی نے اُس کو بھی گناہ کی برابر سمجھا، اور اللہ تعالیٰ نے بھی اُس کو "ولقد فتنا" کہہ کر فتنہ اور آزمائش سے تعبیر کیا۔

بلا شبہ یہ توجیہ دوسری توجیہات کے مقابلہ میں زیادہ وزنی اور معنی کے اعتبار سے قرین صواب معلوم ہوتی ہے، تاہم یہ بھی "اہم خدشات" سے خالی نہیں ہے۔ جو حسب ذیل ہیں

ا۔ اس حدیث میں حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے ایک واقعہ کی تفصیلات دی گئی ہیں پس اگر یہ روایت آیت زیر بحث کی تفسیر ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صراحت فرماتے کہ اس آیت کا مصداق یہ واقعہ ہے لیکن حدیث کے تمام طُرُق نہ صرف اس صراحت ہی سے خالی ہیں بلکہ کوئی لطیف سا اشارہ بھی اس جانب نہیں پایا جاتا، حالانکہ امام بخاری نے اس کو تقریبًا سات جگہ مختصر اور مفصل نقل کیا ہے، اور امام مسلم نے بھی کتاب الایمان میں متعدد طریقوں سے اُس کو روایت کیا ہے۔

ب۔ بخاری و مسلم جیسے جلیل القدر ائمہ حدیث نے اس واقعہ کو متعدد جگہ اور متعدد طرق سے روایت کرنے کے باوجود اس روایت کو کتاب التفسیر میں اس آیت کا مصداق نہیں بنایا اور نہ اس موقعہ پر اُس کو ذکر کیا، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالحین میں اس روایت کو آیت مسطورہ بالا کی تفسیر نہیں سمجھا جاتا تھا۔

ج۔ اس روایت کی ہیئت و شکل سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ قصہ اہل کتاب سے ماخوذ ہے اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو محض اس عبرت و موعظت کے لیے نقل فرمایا کہ اُمتِ مرحومہ کے سامنے یہ مسئلہ واضح ہو جائے کہ اگر غیب کے معاملہ کے متعلق مشیت الٰہی کے سپرد کیے بغیر ایک نبی اور پیغمبر بھی کوئی دعویٰ کرے تو وہ خدا کے یہاں قابلِ گرفت ہے خواہ وہ معاملہ اپنی جگہ کارِ خیر ہی سے کیوں نہ متعلق ہو۔ الّا یہ کہ وہ اطلاع یا وہ دعویٰ "وحی الٰہی" کے ذریعہ کیا گیا ہو تب وہ خدا کا فیصلہ بن جاتا ہے اور اُس میں نبی کی حیثیت ایک قاصد کی ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس کو آیت زیرِ بحث کا مصداق نہیں بنایا اور صرف ایک واقعہ کی حیثیت میں بیان فرمایا۔

مسلکِ قویم یا صحیح توجیہ

اس تمام این وآن اور چنین وچناں کے بعد واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ میرے نزدیک راجح اور مضبوط مسلک یہ ہے کہ ہم قیاسی اور تخمینی توجیہات کی بجائے خود قرآنِ حکیم کے اسلوبِ بیان ہی کو دلیلِ راہ بنائیں اور جس حد تک وہ اس بارہ میں رہنمائی کرتا ہے اُسی پر اکتفا کریں۔

اس لیے کہ منجملہ اس طرح کے دوسرے مقامات کے اس مقام پر بھی یہ بات تو اُس نے اچھی طرح واضح کردی کہ اس "فتنہ" اور "آزمائش" میں ایسی کوئی بات بھی نہیں ہے جس سے عصمتِ سلیمان پر ادنیٰ حرف گیری بھی ہوسکتی ہو۔ بلکہ قرآنِ حکیم نے اس جگہ اپنی تعبیر میں سلیمان (علیہ السلام) کے معاملہ میں عصیان کا لفظ استعمال کیا نہ "غوایۃ" کا نہ "ذنب" کا اور نہ ضلالت کا، حتیٰ کہ نہ خطا کا اور "نہ زلّۃ" (لغزش) کا۔ صرف یہ کہا ہے "ولقد فَتَنّا سلیمٰنَ (ہم نے سلیمان کو آزمایا)، اور یہ ظاہر ہے کہ افتنان وامتحان کی ایک یہی شق نہیں ہے کہ وہ کسی خطا اور لغزش میں مبتلا ہوجائیں، بلکہ اس کے علاوہ بیسیوں شقیں ہیں جن کے ذریعہ امتحان اور آزمائش کی جاسکتی ہے اور خدا کی جانب سے انبیاء ورسل اور نیک بندوں کی کی جاتی رہی ہے۔

کسی مصیبت میں پھنسا دینا امتحان ہے، اولاد کی موت امتحان ہے، مال ودولت کی تباہی امتحان ہے، حکومت وشوکت سے محرومی امتحان ہے،

حضرت ایوب (علیہ السلام)، اور حضرت یعقوب (علیہ السلام) اور حضرت یوسف (علیہ السلام) کے واقعات اسی قرآنِ حکیم میں موجود ہیں جن کو امتحان اور آزمائش کہا گیا ہے۔ اس لیے کسی امتحان و افتنان کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ گناہ یا خطا ولغزش ہی سے تعلق رکھتا ہو۔ لہٰذا ہم کو تسلیم کرنا چاہیے کہ سلیمان (علیہ السلام) بھی کسی ایسی ہی آزمائش میں ڈالے گئے جس میں ان کی خطا ولغزش کا مطلق دخل

نہ تھا، یہاں یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ قرآن عزیز اس "سورۃ" میں حضرت سلیمانؑ کی یہ مدح بیان کرتا ہے۔

"نعم العبد انہ اوّاب" (وہ بڑے اچھے بندے ہیں، بلاشبہ وہ (ہر معاملہ میں) خدا کی جانب بہت رجوع ہونے والے ہیں)

یوں تو اگرچہ ہر ایک نبی اور پیغمبر کی یہی شان ہوتی ہے مگر پھر بھی بشریت اور فطرتِ انسانی کے لحاظ سے ہر برگزیدہ ہستی میں بعض اخلاقی صفات دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ نمایاں ہوتی ہیں اور وہی اُن کی ذات کا طغرائے امتیاز بنتی ہیں۔

پس حضرت سلیمانؑ کے لیے "اوّاب" ہونا طغرائے امتیاز بتایا گیا اور ساتھ ہی اُس کی شہادت میں اُس نے دو واقعات ذکر فرمائے اُن ہی میں سے ایک یہ واقعہ بھی ہے پس اگر یہ دونوں واقعات اُن کی خطاکاری سے متعلق تھے اور خطا کے بعد اُنہوں نے خدا کی جانب رجوع فرمایا اور استغفار کیا تھا تو یہ سلیمان (علیہ السلام) کا کوئی خاص کمال نہ ہوا، کیونکہ یہ انبیاء و رسل کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ مومنین صالحین کا بھی عام شیوہ ہے۔ یہ تو جب ہی دلچسپ اور محل کے مناسب ہوگا کہ حضرت سلیمان منجانب اللہ کسی آزمائش یعنی مصیبت میں مبتلا کر دیے گئے ہوں اور پھر وہ خدا کی جانب رجوع ہوئے ہوں اور اُنہوں نے ہر حال میں اُسی کے ساتھ وابستگی کا اظہار کیا ہو۔

رہا "والقینا علی کرسیہ جسداً" کا معاملہ تو بظاہر یہ بھی خود حضرت سلیمانؑ ہی کی ذات سے وابستہ معلوم ہوتا ہے۔ یعنی اُن کی ایسی حالت کا ذکر ہے جس نے افتتان و امتحان کی وجہ سے اُن کو جسدِ بے روح کی طرح بنا دیا تھا، کیونکہ اگر "القاءِ جسد" کا معاملہ سلیمان علیہ السلام کے علاوہ کسی دوسری شے کے ساتھ متعلق ہے تو قرآن عزیز کے اسلوبِ بیان کے یہ قطعی خلاف ہوگا اس لئے کہ وہ کسی معاملہ میں بھی ایسے ایجاز و اجمال کو پسند نہیں کرتا جو معمہ اور پہیلی بوجھنے کی حیثیت میں آجائے، اور اس صورت میں معاملہ کی نوعیت یہی ہو جاتی ہے لیکن وہ معاملہ کیا تھا؟ ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کہتے اور اللہ تعالیٰ کے علم حوالہ کرتے ہیں کیونکہ

اس کی تعیین اُس موعظت اور مدحتِ سلیمانی کے لیے ضروری نہیں جو یہاں آیت قرآنی کا مقصدِ حقیقی ہے
بیشک حضرت سلیمانؑ نے "رب اغفر لی" کہا اور مغفرت طلب کی لیکن کیا طلبِ مغفرت کے
لیے اُس سے پہلے کسی گناہ یا خطا کا وجود ضروری ہے، کیا اُس کے لیے یہی کافی نہیں کہ بڑے سے بڑا
مقربِ بارگاہِ الٰہی اپنے لوازماتِ بشریت کی بنا پر ہر لمحہ خود کو اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا محتاج پاتا، اور چشمِ بصیرت
کے ساتھ قدم قدم پر طلبِ مغفرت کرتا رہتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

انی لاستغفرُ اللہ فی الیوم واللیلۃ سبعین مرّۃً ۔ بیشک میں دن و رات میں خدائے تعالیٰ سے ستر بار "مغفرت" چاہتا ہوں۔

نیز اس آیت میں حضرت سلیمانؑ کا تو یہ قول مذکور ہے "رب اغفر لی" مگر اس طلبِ مغفرت کے
متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد مذکور نہیں کہ اُس نے اُن کی مغفرت منظور کرلی، یہ بھی اس بات کا بیّن ثبوت
ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا یہ استغفار اُسی قسم کا استغفار تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابھی نقل کیا گیا یعنی
ایسا استغفار جس سے پہلے خطا اور جرم کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

البتہ سیاق اور سباق سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس آزمائش کا تعلق حکومت کے معاملات
سے تھا تب ہی تو اس سے قبل "الصٰفنٰت الجیاد" جہاد کے عمدہ گھوڑوں والے معاملہ کا ذکر کیا گیا اور
دعاءِ مغفرت اور انابۃ الی اللہ کے بعد اس دعاء کا ذکر آیا "رب ھب لی مُلکاً لاینبغی لاحدٍ من بعدی"

حاصلِ کلام یہ ہے کہ قرآنِ عزیز کی کسی آیت میں بھی کوئی تصریح یا اشارہ موجود نہیں ہے جو حضرت
سلیمان (علیہ السلام) کی عصمت کے لیے قادح اور اُسے مجروح کرنے والا ہو، اور سورۂ صٓ کی آیت زیرِ بحث
میں بھی کوئی لفظ اور کوئی جملہ ایسا نہیں ہے جس سے اُن کی عصمت اور شانِ نبوت پر کوئی حرف گیری ہو سکے رہا
اس آیت میں ذکر کردہ افتتان و امتحان کا مسئلہ تو اسرائیلیات کی خرافات سے قطع نظر اربابِ تحقیق مفسرین

کی جو توجیہات بیان کی گئی ہیں، اُن میں سے جو کسی کی عقل کو اپیل کرے وہ اُس کو اختیار کر سکتا ہے اور اکثر مفسرین صحیحین (بخاری و مسلم) کی حدیث کو اس آیت کی تفسیر سمجھتے، اور اُس کی صحیح توجیہ تسلیم کرتے ہیں۔

اور ہمارے نزدیک مناسب یہ ہے کہ اس بات کا یقین رکھتے ہوئے کہ اس آیت میں حضرت سلیمانؑ کی کسی خطا اور لغزش کا کوئی ذکر نہیں ہے "القاءِ جسد" اور "طلب مغفرت" کے تعین کو خدائے تعالیٰ کے علم کے حوالہ کریں، اور قرآن عزیز نے جس مقصد کی خاطر اس کو یہاں بیان کیا ہے صرف اُسی کو پیشِ نظر رکھیں یعنی ہر مومن کے لیے یہ ضروری ہے کہ جب بھی کوئی مصیبت و آزمائش اُس پر آپڑے تو وہ ہر حالت میں خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، اور مغفرتِ الٰہی کا طالب رہے، بلاشبہ اس جگہ کلامِ الٰہی کی یہی روح ہے۔ اور وہ اسی کی دعوت دیتا ہے۔